ڈاکٹر اسرار احمدؒ - بیسویں صدی کا عظیم مدرس وداعئ قرآن

Dr. Israr Ihmad a great scholar of Qur'an of the 20th Century

*حافظ طاہر عبداللہ صدیقی

** ناصر الدین

ABSTRACT:

Dr. Israr Ahmed was a great thinker, intellectual and a reformer.He was diverse scholar and took inspiration from a great and diverse spectrum of sholars like Dr. Allama Iqbal and Dr. Rafiuddin; Abul Aa'la Maoudoodi and Abul Kalam Azad; Hameed uddin Farahi and Amin Ahsan Islahi and Sheikh ul Hind Maulana Mahmood ul Hasan and Shiekh ul Islam Maulana Shabbir Ahmed Usmani. His thought and wisdom was quite influenced by these people.We trace out this remarkable and renowned sholar's rendered his educational, authorial and religious services. For this purpose Dr. Israr Ahmed started his mission with lecture of Quran. Soon, his lectures were well known throughout the country. He established a great institute namely 'Markazi Anjuman e Khudaam ul Quran' in Lahore in order to render educational, authorial and religious services in an organized manner. To spread reformative and preaching services in a better way, he established a party with the name of 'Tanzeem e Islam Pakistan'In view of his great services, especially in the field of Holy Quran, we may mark him as great scholar of twentieth centur

---

* پی۔ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر، ہمدرد یونیورسٹی۔ کراچی

* لیکچرر اسلامیات، حویلیاں کیمپس، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

تلخیص:

اس study میں ہندو پاک کے عظیم اسلامی سکالر اور مدرس و داعئ قرآن ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی شخصیت وخدمات کا جائزہ لیا جائے گا۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ ایک عظیم مفکر، مصلح، ریفارمر اور عبقری (Intellectual) تھے۔ آپ برصغیر ہندوپاک میں پیدا ہوئے اور تحریک پاکستان کے چشم دید گواہ اور سرگرم کارکن رہے اور پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد پاکستان کی طرف اولین ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ میڈیکل کی تعلیم کے دوران ڈاکٹر صاحب اسلامی جمعیت طلباء کے رکن رہے اور ایم بی بی ایس مکمل کرنے کے بعد مولانا مودودیؒ کی قائم کردہ جماعت اسلامی پاکستان میں شامل ہوئے۔ بعد میں جماعت اسلامی سے علیحدہ ہو گئے۔[۱]

ڈاکٹر صاحب فکری لحاظ سے علامہ اقبال، ڈاکٹر رفیع الدین، ابوالاعلی مودودی، حمید الدین فراہی، امین احسن اصلاحی، شیخ الہند اور مولانا شبیر احمد عثمانی سے بہت متاثر تھے، چنانچہ موصوف کی فکر و منہج پر ان حضرات کا بڑا اثر رہا۔[۲]

اس مطالعے میں ہم دیکھیں گے کہ دینی خدمات کے لیے ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے تین ادارے قائم کیے۔ (۱) انجمن خدام القرآن (۲) تنظیم اسلامی پاکستان اور (۳) تحریک خلافت پاکستان۔ یہ ادارے اپنے مقاصد اور عزائم کو سامنے رکھتے ہوئے ملک پاکستان میں بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ برسرپیکار ہیں۔

اس حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے تحریر اور تقریر کی سطح پر بہت کام کیا ہے۔ اس موضوع پر ایک عظیم مواد تحقیق و جستجو اور ہماری رہنمائی کے لئے دستیاب ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ مرحوم کی اپنی تصانیف ایک صد کے قریب ہیں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب کے جاری کردہ تین جرائد بھی ہیں: (۱) ماہنامہ میثاق (۲) سہ ماہی حکمتِ قرآن اور (۳) ہفت روزہ ندائے خلافت۔ مزید یہ کہ ڈاکٹر صاحب کے آڈیو خطابات بزبان اردو اور انگریزی کا ایک عظیم خزانہ موجود ہے۔[۳]

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی انہی خدمات کو دیکھتے ہوئے علمی اختلافات سے قطع نظر بلاشبہ ڈاکٹر صاحبؒ موصوف کو بیسویں صدی عیسوی کے تحریر و تقریر اور بالخصوص درس قرآن کے میدان کا "مجدد" کہا جاسکتا ہے۔

تعارف:

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے آباء واجداد کا تعلق یوپی کے ضلع مظفر نگر سے تھا اور وہ وہیں آباد تھے۔ ۱۸۵۷ء میں تحریک آزادی میں حصہ لینے کی وجہ سے آپ کے دادا کو انگریز سرکار کی طرف سے عتاب کا اندیشہ تھا لہٰذا وہ اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے مشرقی پنجاب آ گئے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کی ولادت ۲۶ اپریل ۱۹۳۲ء کو مشرقی پنجاب کے ایک قصبہ حصار میں ہوئی۔[۴]

ڈاکٹر صاحبؒ بچپن ہی سے انتہائی حساس مزاج کے حامل تھے اور اللہ نے انہیں کم عمری میں ہی شعور کی دولت عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ ۱۹۳۸ء میں جب اُنہیں علامہ اقبال کے وصال کی خبر ملی تو اُنہوں نے اسے ایک ذاتی صدمے اور قومی نقصان کے طور پر محسوس کیا جبکہ ان کی عمر صرف چھ برس تھی۔ علامہ اقبال سے دلی لگاؤ کا عالم یہ تھا کہ محض ۱۰ برس کی عمر میں اُن کی اردو شاعری کے پہلے مجموعہ "بانگ درا" کا مطالعہ مکمل کر لیا۔[۵] اقبال کے اُن اشعار نے آپ کو بہت زیادہ متاثر کیا جن میں امت کے پھر سے عروج کے لیے امید افزا پیغام ہے مثلاً

کتاب ملتِ بیضا کی پھر سے شیرازہ بندی ہے
یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا
نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہین کا جگر پیدا
سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

البتہ جواب شکوہ کے ایک شعر نے ڈاکٹر صاحبؒ کو ہلا کر رکھ دیا:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر

اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اس شعر سے یہ حقیقت آپ پر واضح ہو گئی کہ امت کے زوال کا اصل سبب قرآن سے دوری ہے اور گویا اوائل عمر ہی سے خدمتِ قرآن کا جذبہ آپ کی سوچ میں سرایت کر گیا۔ اس کے بعد اسلام کو پھر سے غالب کرنے کا ولولہ آپ کے اندر بڑی شدت سے موجزن ہو گیا جب آپ نے ۱۳ برس کی عمر میں حفیظ جالندھری کا "شاہنامہ اسلام" پڑھا جس کا عنوان یہ شعر ہے کہ:

کیا فردوسیؔ مرحوم نے ایران کو زندہ

خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

خدمات:

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی دینی خدمات کے کئی پہلو ہیں، ان کی فکر کی بے شمار جہات ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ کھلتی چلی جائیں گی۔ ان کی فکری تشکیل میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے تصورات دین نے بنیادی کردار ادا کیا۔[۶] لیکن انہوں نے یقینی طور پر اس فکر کے بہت سے خلا پر کیے اور بہت سے نئے گوشے آشکارہ کیے۔ ان کی تمام جد و جہد، حرکت و عمل اور تنظیم و تحریک کا محور قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تفہیم کے لیے ان کی زبان کی گرہیں کھول دی تھیں، گویا قرآن کو ان کی زبان پر آسان کر دیا تھا۔ ان کے دروس قرآن کا غلغلہ نصف صدی سے زائد تک پوری دنیا میں برپا رہا اور بلاشبہ قرآن حکیم کے بیان میں ان کا کوئی ثانی اور مد مقابل نہ تھا۔ ان کی فکر کا منبع و ماخذ کل کا کل قرآن تھا۔

ڈاکٹر صاحبؒ کا ایک مستقل 'تھیس' یہ تھا کہ کوئی بھی اسلامی فکری تحریک اس وقت تک کوئی اجتماعی اور مؤثر تبدیلی نہیں لا سکتی جب تک اس تحریک کے ارکان "ایمان حقیقی" کی نعمت سے سرفراز نہ ہوں، اپنی انفرادی زندگیوں میں اسلام کے احکام پر مکمل طور پر عمل پیرانہ ہوں اور اپنی معاشرت و معیشت کو اسلامی خطوط میں نہ ڈھال چکے ہوں۔ اس 'تھیس' کا اگلا جز یہ ہے کہ "ایمان حقیقی" کے حصول کے ذرائع تو بہت ہیں، یہ نعمت عمل صالح سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے اور صالحین کی صحبت سے بھی، لیکن ایمان حقیقی کے حصول کا مؤثر ترین ذریعہ قرآن حکیم ہے۔ یہ "صالحین" بھی قرآن حکیم ہی پیدا کرے گا۔ لہٰذا

قرآن کی طرف حقیقی رجوع کے بغیر صالحین کی ایسی جماعت پیدا نہیں ہو سکتی جو اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

ڈاکٹر صاحبؒ کو اس بات کا بھی شعوری ادراک تھا کہ امت مسلمہ کے زوال کی اصل وجہ قرآن حکیم سے دوری ہے۔ جب امت نے قرآن کے پیغام کو فراموش کر دیا تو وہ فقہی، مسلکی اور فروعی مسائل میں الجھ کر رہ گئی۔ یوں اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ قرآن سے امت کا تعلق محض ایک مقدس کتاب سمجھنے، حصول ثواب اور ایصال ثواب تک محدود ہو کر رہ گیا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحبؒ نے عظمت قرآن کو اجاگر کیا اور اس بات کو باور کرایا کہ قرآن مجید کی صورت میں امت مسلمہ کے پاس کتنی عظیم نعمت موجود ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کا زندہ و جاوید معجزہ ہے۔ پھر انہوں نے تفصیل سے " مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق " کے عنوان سے تقاریر کیں، جو بعد میں باقاعدہ کتابی شکل میں وسیع پیمانے پر شائع کی گئیں۔ اس اشاعتِ عام کا مقصد امت کو قرآن حکیم کی طرف ہر پہلو کے اعتبار سے راغب کرنا تھا تاکہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کو سمجھنے کی طرف بھی متوجہ ہو۔ یہ بلاشبہ ایک لاجواب تحریر ہے۔[۷] اس کتابچے کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہوئے۔ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو قرآن کی طرف راغب کرنے کے لیے ڈاکٹر صاحبؒ نے حضور ﷺ کے اس قول مبارک کو عام کیا کہ " خيركم من تعلم القرآن وعلمه " (صحیح بخاری) 'تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو قرآن کو سمجھیں اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیں۔

ڈاکٹر صاحبؒ نے چودھویں صدی ہجری کے عظیم مجدد، مجاہد اور رجل عظیم شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے درج ذیل قول سے تقویت حاصل کی اور اسے بہت عام کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں:

> "میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن کا چھوڑ دینا، دوسرا آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کردوں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی عام کیے جائیں، بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ

کیا جائے، اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے"۔[۸]

ڈاکٹر صاحبؒ کو اس تشخیص پر کامل یقین تھا، لہٰذا انہوں نے اپنی زندگی قرآن کریم کی نشر و اشاعت کے مبارک کام میں کھپا دی۔ ان کی اس تشخیص کو مزید تقویت بیسوی صدی عیسوی کے عظیم فلاسفر علامہ اقبالؒ کے افکار سے حاصل ہوئی۔ وہ زمانۂ طالب علمی سے ہی علامہ اقبالؒ کی فکر سے متأثر تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علامہ اقبالؒ کے افکار آپ پر آشکارا ہوتے گئے۔ چنانچہ وہ خود علامہ اقبالؒ کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"چنانچہ ان کے اشعار تو ایمان و یقین کے کیف و سرور، محبتِ الٰہی اور عشق رسول ﷺ کے سوز و گداز اور جذبۂ جوش ملی سے مملو ہیں ہی، ان کے 'خطبات' بھی درحقیقت وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر مطالعۂ قرآن حکیم ہی کی ایک کوشش کا مظہر ہیں جس کے ذریعے علامہ مرحوم نے جدید ریاضیات و طبعیات اور فلسفہ و نفسیات کا رشتہ قرآن حکیم کی اساسی تعلیمات کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کے بغیر دورِ حاضر میں دین و مذہب کی گاڑی کا آگے چلنا محالِ مطلق ہے"۔[۹]

ڈاکٹر صاحبؒ علامہ اقبالؒ کے اشعار کے ذریعے جدید تعلیم یافتہ طبقے کو یہ پیغام بھی دینا چاہتے تھے کہ قرآن کی قوت تسخیر اس قدر شدید ہے کہ مغرب و مشرق کے فلسفوں کا ماہر بھی اس کے سامنے ہیچ ہے۔ یہ فقط مذہبی ذہن کے لوگوں کو ہی متاثر نہیں کرتا بلکہ علامہ اقبالؒ جیسا مغربی دنیا کے علوم سے فیضیاب ہونے والا فلسفی بھی قرآن کی عظمت کا قائل ہے۔ وہ اقبالؒ کو بہت بڑا ترجمان القرآن سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر صاحبؒ علامہ اقبالؒ سے کیوں متاثر تھے؟ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

"واقعہ یہ ہے کہ میرے نزدیک اس دور کا سب سے بڑا ترجمان القرآن اور سب سے بڑا داعی الی القرآن علامہ اقبالؒ ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید کی عظمت کا جس گیرائی اور گہرائی کے ساتھ احساس علامہ اقبالؒ کو ہوا میری معلومات کی حد تک اس درجے عظمت کا انکشاف کسی اور انسان پر نہیں ہوا۔ جب وہ قرآن مجید کی عظمت بیان کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ان کی دید اور ان کا تجربہ ہے"۔[۱۰]

انجمن خدام القرآن کا قیام:

ڈاکٹر صاحبؒ کی قرآنی خدمات کے ضمن میں اولیت تو ان کے دروس قرآن کو حاصل ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے بقول زمانۂ طالب علمی میں ہی ان کے دروس قرآن کا عام چرچہ تھا۔ ان دروس قرآن کے ذریعے انہوں نے لاکھوں انسانوں کو متاثر کیا اور ان کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوا۔ جب ڈاکٹر صاحبؒ ۱۹۵۴ء میں ایم بی بی ایس کرنے کے بعد ساہیوال میں سکونت پذیر ہوئے تو اس وقت انہوں نے ساہیوال اور گرد و نواح میں حلقہ ہائے دروس قرآن قائم کیے۔ یہ دروس انتہائی مقبول ہوئے۔ جب آپ ۱۹۵۸ء میں کراچی تشریف لائے تو یہاں بھی آپ کے دروس قرآنی کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۹۶۵ء میں آپ مستقلاً لاہور میں رہائش پذیر ہوئے تو اس کے بعد دروس قرآنی کے حلقے وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے چنانچہ ڈاکٹر صاحبؒ خود لکھتے ہیں:

> "۱۹۶۵ء ہی کے وسط میں راقم الحروف غلبۂ اقامت دین کی جد و جہد کے پختہ ارادے، اور تعلم و تعلیم قرآن کی منظّم منصوبہ بندی کے عزم مصمم کے ساتھ دوبارہ واردِ لاہور ہوا۔ چنانچہ وہ دن اور آج کا دن یہی دو کام میری زندگی کا مرکز و محور رہے ہیں اور ان پچیس سالوں کے دوران الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ میرے اوقات اور میری صلاحیتوں اور میری توانائیوں کا اکثر و بیشتر حصہ اصلاً غلبہ و اقامتِ دین کی جد و جہد اور عملاً تعلم و تعلیم قرآن کی مساعی میں صرف ہوا ہے"۔"

ڈاکٹر صاحبؒ کی مندرجہ بالا تحریر ۲۴ سال قبل کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنی حیات دنیوی کا آخری لمحہ بھی اسی کام میں صرف کیا ہے۔

لاہور میں مسجد خضراء سمن آباد اور مسجد شہداء کے ہفتہ وار دروس قرآن کو بہت شہرت ملی۔ جو لوگ ان دروس قرآن میں شریک رہے ہیں وہ ان روح پرور مناظر کے چشم دید گواہ ہیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے ان دروس قرآن کا یہ سلسلہ لاہور اور اس کے مضافات تک محدود نہ رہا بلکہ دوسرے بڑے شہروں میں بھی ماہانہ دروس قرآن کی محافل منعقد ہونے لگیں۔ چنانچہ کراچی میں تاج محل ہوٹل کی "شام الہدیٰ" اور اسلام آباد کے کمیونٹی سینٹر آب پارہ کے ماہانہ درس قرآن سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہوئے۔[۱۲] ان سطور کا راقم بھی ۱۹۸۴ء/۱۹۸۵ء میں تاج محل ہوٹل کے ماہانہ درس قرآنی سے ہی ڈاکٹر صاحبؒ کی فکر اور شخصیت سے متعارف ہوا۔

ڈاکٹر صاحبؒ کے ان دروس قرآنی کے سامعین کی بڑی تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اہل ثروت طبقے پر مشتمل ہوتی تھی، کیونکہ ان دروس قرآن کا معیار انتہائی اعلیٰ علمی سطح کا ہوتا تھا۔ وہ خود فرماتے تھے کہ:

"میرے مخاطبین یہی لوگ ہیں، اگر سوسائٹی کا یہ طبقہ تبدیل ہو جائے تو یہ تبدیلی خود بخود نچلی سطح تک پہنچے گی، کیونکہ یہی لوگ معاشرے کا رجحان بنانے اور بگاڑنے والے ہوتے ہیں اور عام لوگ انہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں"۔[۱۳]

۱۹۷۲ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے قیام کے ساتھ ہی محترم ڈاکٹر صاحبؒ نے دستورِ انجمن میں اپنا یہ عزم ظاہر فرمادیا تھا کہ وہ انجمن کے قیام ہی کو اپنی منزل نہیں سمجھتے بلکہ ان کے پیش نظر اصل کام ایک ایسا تحریکی قافلہ تشکیل دینا ہے جو غلبہ و اقامتِ دین کی جدو جہد کے لیے اپنا تن من دھن نچھاور کرسکے۔ ۱۹۶۶ء تا ۱۹۷۴ء حلقہ ہائے دروسِ قرآن کے ذریعے شہر لاہور میں قرآن کے انقلابی پیغام کو پہنچانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ پڑھے لکھے طبقات پر مشتمل ایک حلقۂ احباب وجود میں آگیا جو اپنی تمام دینی ذمہ داریوں اور بالخصوص اقامتِ دین کی جدو جہد کے لیے قلباً اور ذہناً آمادہ ہو چکے تھے۔ ۱۹۷۴ء کی قرآنی تربیت گاہ کے اختتام پر ڈاکٹر صاحبؒ نے اعلان کر دیا کہ وہ مذکورہ بالا مقصد کی خاطر ایک اجتماعیت تشکیل دینے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں۔[۱۴]

تنظیم اسلامی کا قیام:

ڈاکٹر صاحبؒ نے ۱۹۷۵ء میں دین اسلام کے غلبے اور اقامت دین کی جدو جہد کے لیے اپنے حسبِ عزم تنظیم اسلامی قائم کی لیکن ابتدامیں اس جماعت کی امارت کی ذمہ داری قبول نہیں کی بلکہ کنوینر کے طور پر کام کرنے کا فیصلہ کیا۔[۱۵] ڈاکٹر صاحبؒ کی خواہش تھی کہ جماعت اسلامی سے علیحدہ ہونے والے اُن بزرگ حضرات کے لیے جو ۱۹۶۷ء میں تنظیم اسلامی کے قیام پر متفق ہوئے تھے، تنظیم کے دروازے کھلے رکھے جائیں۔اور انہی میں سے کوئی بزرگ اِس جماعت کی امارت کا منصب سنبھالیں۔ ڈھائی سال کے انتظار کے باوجود کوئی بزرگ اِس کے لیے تیار نہ ہوئے۔[۱۶] بالآخر اگست ۱۹۷۷ء میں تنظیم اسلامی کے تیسرے سالانہ اجتماع کے موقع پر ڈاکٹر صاحبؒ نے تنظیم اسلامی کی امارت کی ذمہ داری قبول کی اور طے کیا کہ اس جماعت کی اساس قرآن وسنت اور سلف صالحین کے آثار سے ماخوذ بیعت سمع و طاعت کے اصول پر ہو گی۔[۱۷]

اسفار:

ڈاکٹر صاحبؒ کی فکر قرآنی جغرافیائی حدود سے نکل کر دوسرے ممالک تک پہنچ گئی۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹۷۶ء میں امریکہ کا پہلا دعوتی و تبلیغی دورہ کیا جو بعد میں مختصر وقفوں کے ساتھ مسلسل جاری رہا۔ امریکہ کی سرزمین آپ کی دعوت قرآنی کے لیے انتہائی سازگار ثابت ہوئی۔ ۱۹۸۴ء میں مکہ مسجد حیدرآباد دکن (بھارت) میں مسلسل تین دن ہزاروں خواتین و حضرات نے آپ کے کئی کئی گھنٹوں پر محیط دروس قرآن سنے۔[۱۸] ۱۹۸۵ء میں آپ نے ابو ظہبی کا دورہ کیا اور وہاں مختلف موضوعات پر بھرپور دروس قرآن دیئے، جن کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی موجود ہے۔ راقم الحروف نے یہاں ڈاکٹر صاحبؒ کے صرف ابتدائی بیرونی اسفار کا ذکر کیا ہے، اگر اس داستان کو مرتب کیا جائے تو علیحدہ ایک کتاب اس کی متقاضی ہے۔

پاکستانی میڈیا:

ڈاکٹر صاحبؒ کی فکر قرآنی کو اُس وقت نئی جہت ملی جب پاکستان ٹیلی وژن نے ان کے لیے اپنے دروازے کھول دیے۔ ان دروس نے آپ کی فکر اور شخصیت دونوں کو خوب متعارف کرایا۔ پاکستان ٹیلی وژن کے ان پروگراموں میں "بیان القرآن" کے عنوان سے ایک پروگرام شروع ہوا، جو چار سال تک مسلسل چلتا رہا۔ اس کے علاوہ تین سال تک ہر رمضان المبارک میں پی ٹی وی پر آپ کے پروگرام "الکتاب"، "الم" اور "حکمت و ہدایت" جاری رہے۔ اس کے علاوہ ربیع الاول کے ماہ میں فلسفۂ رسالت کے بارے میں آپ کا پروگرام "رسول کامل ﷺ" بھی پی ٹی وی پر ٹیلی کاسٹ ہوا۔ اس پروگرام کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی موجود ہے۔[۱۹]

پی ٹی وی کے جس پروگرام نے ڈاکٹر صاحبؒ کو شہرت کی بلندیوں تک پہنچادیا وہ درس قرآن کا ہفتہ وار پروگرام "الہدیٰ" ہے جو پندرہ ماہ تک جاری رہا۔ پھر اس پروگرام کو مخالفین کی شدید مخالفت کی وجہ سے صاحبان اقتدار نے بند کرادیا۔ پاکستانی چینل وژن نے تو اپنے دروازے ڈاکٹر صاحبؒ پر بند کر دیئے لیکن فکر قرآنی کے افشاء کے لیے اللہ تعالیٰ نئے نئے راستے کھولتا رہا۔ جب الیکٹرانک میڈیا آزاد ہوا اور پرائیویٹ سیکٹر میں نئے چینلز کھلنے لگے تو ڈاکٹر صاحبؒ کے دروس قرآنی کا سلسلہ مختلف چینلز پر پھر سے شروع ہوگیا۔ چنانچہ آپ کا ترجمہ و تفسیر قرآن کا پروگرام "بیان القرآن" Qtv سمیت مختلف چینلز پر لاکھوں انسانوں کے قلوب و اذہان کو مسخر کرنے کا ذریعہ بنا۔ لیکن ڈاکٹر صاحبؒ کی زوردار قرآنی فکر نے پھر کچھ لوگوں کو پریشان کر دیا۔ ان شرپسند عناصر نے اپنی مسلکی تنگ نظری کے باعث اس فکر انگیز پروگرام کو بند کرادیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک راستہ نکال دیا، چنانچہ محترم ڈاکٹر عبدالکریم ذاکر نائیک حفظہ اللہ تعالیٰ کے Peace TV کے ذریعے آج بھی لاکھوں لوگ نورِ قرآنی سے فیض یاب ہورہے ہیں۔

دورۂ ترجمۂ قرآن مجید:

ڈاکٹر صاحبؒ کی خدمات قرآنی میں ایک اہم سنگ میل نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن کو حاصل ہے۔ اس طرح کے طویل دورانیے کے پروگراموں کی کوئی دوسری مثال ڈاکٹر صاحبؒ سے پہلے نہیں ملتی۔ اس پروگرام کا آغاز ۱۴۰۴ھ (۱۹۸۴ء) کے رمضان المبارک میں "مسجد جامع القرآن" قرآن اکیڈمی لاہور سے ہوا۔ صلوۃ التراویح میں قرآن مجید کے جتنے حصے کی تلاوت کی جاتی، پہلے اس کا ایک رواں ترجمہ اور مختصر تفسیر بیان کر دی جاتی۔ اب قاری جب قرآن کی تلاوت شروع کرتا تو سامعین پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔[۲۰]

یہ روح پرور پروگرام رات دو اڑھائی بجے تک جاری رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پروگرام کو اس قدر پذیرائی بخشی کہ ہر رمضان المبارک میں قرآن اکیڈمی کی "مسجد جامع القرآن" میں ایک عجیب ایمان پرور منظر دیکھنے کو ملتا۔ مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوتی اور انہماک بھی دیدنی ہوتا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ملک بھر میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام شروع ہو گئے جو آج تک جاری ہیں۔ بلا مبالغہ ملک بھر میں سینکڑوں مقامات پر ڈاکٹر صاحبؒ کے تلامذہ بنفس نفیس دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ان سطور کا راقم بھی انہی میں سے ایک ہے۔ فلہ الحمد۔

مطالعۂ قرآن حکیم کا منتخب نصاب:

دروس قرآن کے ضمن میں "مطالعۂ قرآن حکیم کے منتخب مقامات" کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ اس منتخب نصاب کی بنیاد تو سورۃ العصر ہے، لیکن اس کے بعد اس کے پانچ حصے ہیں، جو سورۃ العصر کے مضامین کو ہی کھولتے ہیں۔[۲۱] اس میں ڈاکٹر صاحبؒ نے تصور دین کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ ایک مؤمن کے دینی فرائض کی وضاحت کی ہے۔ اس منتخب نصاب کو ڈاکٹر صاحبؒ نے مختلف مواقع پر بیان کیا ہے۔ بعض دروس مختصر اور بعض بہت مفصل اور علمی سطح کے ہیں۔

اس منتخب نصاب کے علاوہ ڈاکٹر صاحبؒ نے منتخب نصاب حصہ دوم" بھی مرتب فرمایا۔[۲۲] یہ بھی بہت اہم ہے۔ اس حصہ میں قرآن حکیم کی روشنی میں ایک اسلامی تحریک کے رفقاء کے باہمی تعلقات، امیر و مامور کا باہمی تعلق، تحریک کے کام کے تقاضے اور اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس میں بہت سے علمی مباحث شامل ہیں، اس کی مدد سے حضور ﷺ کی برپا کردہ اسلامی تحریک کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

قرآن کانفرنسز:

ڈاکٹر صاحبؒ کی قرآنی خدمات میں "قرآن کانفرنسوں" کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔[۲۳] ستر اور اسی کی دہائی میں ان کانفرنسوں کو بہت شہرت ملی۔ قرآن حکیم کے علوم و معارف کو عام کرنے میں ان کانفرنسوں نے اہم کردار ادا کیا۔ ان کانفرنسوں میں مختلف مکاتب فکر کے علماء اور اہل فکر و دانش کو مدعو کیا جاتا۔ ہر کانفرنس کا ایک خاص موضوع ہوتا، جس پر علماء مقالے پڑھتے اور تقاریر بھی کرتے۔ چنانچہ پاکستان کے علاوہ بھارت سے سے جید علماء، جیسے مولانا اخلاق حسین قاسمی، مولانا سعید احمد اکبرآبادی، مولانا عبدالکریم پاریکھ اور مولانا وحید الدین خان وغیرہم کو بھی مدعو کیا جاتا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا، لیکن بعد میں ان "قرآن کانفرنسوں" کی جگہ "محاضرات قرآنی" کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر صاحبؒ وضاحت کرتے ہیں:

> "مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا قیام اسی بنیاد پر عمل میں آیا تھا، چنانچہ اس کے اس کے زیر اہتمام دسمبر ۱۹۷۳ء سے مسلسل سات سال تک قرآن کانفرنسوں کے انعقاد کا سلسلہ جاری رہا۔ لاہور اور کراچی میں بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے سات نہایت عالی شان سالانہ قرآن کانفرنسیں منعقد کیں۔ اس کے بعد بعض اسباب سے ہم نے عنوان بدلا، جن میں سب سے بڑا سبب جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے باعث مسرت اور بارگاہ رب العزت میں ہماری ان حقیر کوششوں کے مقبول ہونے کا کسی درجہ میں سہی ایک مظہر بھی ہے، یہ تھا کہ "قرآن کانفرنس" کا لفظ اتنا مقبول، اتنا معروف اور اتنا مشہور ہوا کہ جابجا دوسرے اداروں کی طرف سے نہ صرف متعدد قرآن کانفرنسیں، جنہیں بجاطورپر قرآن کانفرنسیں قرار دیا جاسکتا ہے، منعقد ہوئیں، بلکہ بات یہاں تک جا پہنچی کہ اگر کسی تجوید کے مدرسے کے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد کا انعقاد ہوا تو اس کا عنوان بھی "قرآن کانفرنس" قرار دیا جانے لگا، تو ہم نے پھر اس کو چھوڑ کر "محاضرات قرآنی" کی اصطلاح سے ان مجالس کے انعقاد کا سلسلہ شروع کیا"۔[۲۴]

محاضرات قرآنی:

۱۹۸۹ء سے محاضرات قرآنی کا آغاز ہوا۔ یہ محاضرات کراچی میں بھی منعقد ہوئے اور لاہور میں بھی۔ چنانچہ ایک موضوع کا انتخاب کیا جاتا، اس پر ڈاکٹر صاحبؒ متعدد قرآنی لیکچر دیتے۔ ہر لیکچر کے بعد اہل فکر و دانش کا ایک پینل اس علمی موضوع سے متعلق سوالات کرتا، ڈاکٹر صاحبؒ ان کی وضاحت کرتے۔ یہ پینل مختلف مکاتب فکر کے جید علماء، جدید فکر کے حامل اہل فکر، وکلاء اور صحافیوں پر مشتمل ہوتا۔ ۱۹۸۹ء

میں منعقد ہونے والے محاضرات قرآنی کا موضوع "اسلام کا نظامِ حیات" تھا۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے اسلام کا روحانی و اخلاقی نظام، اسلام کا معاشرتی نظام، اسلام کا سیاسی نظام اور اسلام کا معاشی نظام پر اڑھائی اڑھائی گھنٹے خطاب فرمائے اور بعد میں تیکھے اور چبھتے ہوئے سوالات کے جوابات دیئے۔ ۱۹۹۱ء میں لاہور میں منعقد ہونے والے محاضرات قرآنی کا موضوع "حقیقت ایمان" تھا۔ اس موضوع کو پانچ ذیلی موضوعات میں تقسیم کیا گیا۔ یہ محاضراتِ قرآنی اب کتابی شکل میں موجود ہیں[۲۵]

تحریکِ خلافت پاکستان :

۱۹۹۱ء میں " تحریکِ خلافت پاکستان" کا آغاز کرنے کے بعد محترم ڈاکٹر صاحبؒ نے پورے پاکستان کا مفصل دورہ کیا، جس کے دوران تمام بڑے شہروں میں عوامی جلسوں سے خطاب فرمایا۔ بعدازاں کراچی، لاہور، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ اور ملتان میں ہالز اور آڈیٹوریمز کے پُرسکون ماحول میں "خطباتِ خلافت" کی صورت میں خالص علمی اور عقلی استدلال کے ساتھ نظامِ خلافت سے متعلق ان جملہ مسائل و مشکلات کا حل پیش کیا جو بالعموم نہ صرف مخالفین بلکہ موافقین کے ذہنوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ پانچ خطبات اب "خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اس کا نظام" کے عنوان سے کتابی شکل میں دستیاب ہیں۔ مذکورہ بالا محاضرات اعلیٰ علمی سطح کے حامل ہیں، ان کے ذریعے اہلِ علم و دانش تک قرآن حکیم کی دعوت کو پہنچایا گیا[۲۶]

رفقاء کار :

ڈاکٹر صاحبؒ اس اعتبار سے انتہائی خوش قسمت انسان تھے کہ انہیں ایسے رفقاء کار میسر آئے جو آپ کے کام کو جدید انداز میں محفوظ کرتے رہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحبؒ کے دروس قرآنی آڈیو، ویڈیو، کیسٹس، سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز میں محفوظ ہیں۔ دعوت قرآنی کی نشرواشاعت میں ان کیسٹس اور سی ڈیز نے انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کی مدد سے لاکھوں انسان نور قرآنی سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ اگرچہ اب ہمارے درمیان میں موجود نہیں ہیں، لیکن جدید سائنس کا یہ کرشمہ ہے کہ ان کی آڈیو، ویڈیو، اور سی ڈیز سے ہم ان سے ایسے مستفید ہو سکتے ہیں جیسے کہ وہ ہمارے سامنے درس دے رہے ہوں۔

تحریکِ رجوع الی القرآن :

ڈاکٹر صاحبؒ کو اس بات کا کامل ادراک تھا کہ "رجوع الی القرآن" کی اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لیے ٹھوس بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے، چنانچہ انہوں نے اس کام کو ادارتی شکل میں

منظّم کرنے کا خواب دیکھا۔[۲۷] ان کے بہت سے خواب ان کی زندگی میں شرمندۂ تعبیر ہوئے جبکہ کچھ کام وہ ادھورے چھوڑ گئے جو ان کے فکری وارثوں کے کرنے کی ہیں۔

انہوں نے سب سے پہلے اپنے قیام ساہیوال کے دوران ایک "قرآنی دارالمطالعہ" قائم کیا۔[۲۸] جس میں کالج میں زیر تعلیم طلبہ کو رہائش فراہم کرکے، انہیں عربی زبان اور قرآن حکیم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ نوجوانوں کو قرآن حکیم کی طرف لانے کی یہ اولین کوشش تھی۔

۱۹۶۵ء میں ڈاکٹر صاحبؒ نے ایک اشاعتی ادارہ "دارالاشاعت الاسلامیہ" قائم کیا۔ اس ادارے کا مقصد قرآنی مطبوعات کی اشاعت تھا۔ یہ ادارہ ڈاکٹر صاحبؒ نے اس رقم سے قائم کیا جو انہیں اپنے بھائیوں سے کاروباری علیحدگی سے حاصل ہوئی۔[۲۹] اس ادارے نے مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی تصانیف اور ان کی معرکۃ الآراء تفسیر "تدبر قرآن" کی ابتدائی جلدیں شائع کیں۔ ماہنامہ "میثاق" جو پہلے مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی زیر ادارت نکلتا تھا اور کچھ عرصہ سے بند تھا، وہ بھی دوبارہ شائع کرنا شروع کیا۔[۳۰]

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا قیام:

ڈاکٹر صاحبؒ نے ۱۹۷۲ء میں "انجمن خدام القرآن" قائم کی۔[۳۱] اس کے قیام کے مقاصد میں علوم قرآنی کی اشاعت اور مختلف تعلیمی اداروں کے قیام کے لیے وسائل مہیا کرنا تھا۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے ۱۹۶۷ء میں ایک قرآن اکیڈمی کا خواب دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ خود رقمطراز ہیں:

> "........ایک قرآن اکیڈمی کا قیام عمل میں لایا جائے، جو ایک طرف علوم قرآنی کی عمومی نشرواشاعت کا بندوبست کرے تاکہ قرآن کا نور عام ہو اور اس کی عظمت لوگوں پر آشکارا ہو اور دوسری طرف ایسے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے جو بیک وقت علوم جدیدہ سے بھی بہرہ ور ہوں اور قرآن کے علم و حکمت سے بھی براہ راست آگاہ ہوں تاکہ متذکرہ بالا علمی کاموں کے لیے راہ ہموار ہوسکے۔ علوم قرآنی کی عمومی نشرواشاعت کا اہم ترین نتیجہ یہ نکلے گا کہ عام لوگوں کی توجہات قرآن حکیم کی طرف مرکوز ہوں گی، ذہنوں پر اس کی عظمت کا نقش قائم ہوگا، دلوں میں اس کی محبت جاگزیں ہوگی اور اس کی جانب ایک عام التفات پیدا ہوگا۔ نتیجتاً بہت سے ذہین اور اعلیٰ صلاحیتیں رکھنے والے نوجوان بھی اس سے متعارف ہوں گے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ان میں سے اچھی بھلی تعداد ایسے نوجوانوں کی نکل آئے جو اس کی قدر و قیمت سے اس درجہ آگاہ ہوجائیں کہ پوری زندگی کو اس

کے علم و حکمت کی تحصیل اور نشر و اشاعت کے لیے وقف کر دیں۔ ایسے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت اس اکیڈمی کا اصل کام ہوگا اور اس کے لیے ضروری ہوگا کہ ان کو پختہ بنیادوں پر عربی کی تعلیم دی جائے، یہاں تک کہ ان میں زبان کا گہرا فہم اور اس کے ادب کا ستھرا ذوق پیدا ہو جائے۔ پھر انہیں سبقاً سبقاً قرآن پڑھایا جائے اور ساتھ ہی حدیث نبوی ﷺ، فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم دی جائے"۔[۳۲]

ڈاکٹر صاحبؒ نے قرآن اکیڈمی کا خواب کیوں دیکھا؟ اس کی وضاحت بھی انہوں نے کر دی۔ ڈاکٹر صاحبؒ کو اس بات کا بھی ادراک تھا کہ دینی مدارس میں قرآن کی طرف رجوع بہت کم ہے۔ پھر اس بات کی نہ کوئی ترغیب ہے، نہ اہتمام کہ عوام الناس تک قرآنی علوم پہنچائے جائیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحبؒ لکھتے ہیں:

"یہ عرض کرنا غالباً خارج از محل شمار نہیں ہوگا کہ خود علماء کے حلقوں میں تاحال قرآن حکیم پر توجہ اس درجہ مرکوز نہیں ہوئی جتنی ہونی چاہیے تھی۔ راقم الحروف نے ایک بار مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ اصول حدیث اور اصول فقہ پر تو ہمارے یہاں ضخیم تصانیف موجود ہیں لیکن اصول تفسیر پر کل دو مختصر رسالے ملتے ہیں ایک امام ابن تیمیہؒ کا اور دوسرا شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا؟ اس کا جواب تو مولانا نے قدرے توقف سے یہ دیا کہ اصل میں اصول فقہ کی کتابوں میں اصول تفسیر بھی زیر بحث آجاتے ہیں لہٰذا علیحدہ تصانیف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن جب میں نے یہ دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ آپ کے دارالعلوم میں تخصص فی الحدیث کا شعبہ بھی ہے اور تخصص فی الفقہ کا بھی، لیکن تخصص فی التفسیر کا شعبہ موجود نہیں ہیں؟ تو اس پر مولانا نے پوری فراخ دلی کے ساتھ تسلیم فرمایا کہ یہ ہماری کوتاہی ہے"۔[۳۳]

قرآن اکیڈمی کا قیام:

چنانچہ انہوں نے ۱۹۷۶ء میں قرآن اکیڈمی قائم کی تاکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان قرآن حکیم پر غور و فکر، بحث و تحقیق اور نشر و اشاعت کا بیڑہ اٹھائیں اور یہ ان کی زندگی کا مقصد ٹھہرے۔ قرآن اکیڈمی کے قیام کے ساتھ ہی ایسے نوجوانوں کی تیاری کا کام شروع کر دیا گیا۔ ابتداءً جب دو سالہ دینی کورسز کا اجراء ہوا تو نوجوانوں کو راغب کرنے کے لیے باقاعدہ وظائف بھی دیے جاتے، مفت رہائش اور خوراک کا اہتمام بھی کیا جاتا۔ الحمد للہ نوجوانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اس کام کے لیے تیار ہو گئی۔ بعد ازاں ایک سالہ "رجوع

الی القرآن کورس" متعارف کرایا گیا جو اب تک باقاعدگی سے جاری ہے، اس میں خواتین بھی شریک ہوتی ہیں۔ چنانچہ حلقۂ خواتین میں قرآنی فکر پہنچانے کے لیے اچھی خاصی تعداد خواتین مدرسین کی بھی تیار ہو چکی ہے جن میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی صاحبزادیاں بھی شامل ہیں۔

ابتداءً لاہور میں قرآن اکیڈمی قائم ہوئی، الحمد للہ اب تمام بڑے شہروں کراچی، فیصل آباد، ملتان اور جھنگ میں قرآن اکیڈمیز معرض وجود میں آچکی ہیں، لہٰذا تمام جگہوں اس نوعیت کے کورسز کا اجراء کیا جاتا ہے۔ طویل کورسز کے ساتھ ساتھ مختصر دورانیے کے عربی زبان کی تفہیم کے کورسز بھی تمام جگہوں پر جاری رہتے ہیں۔ اس ضمن میں قرآن اکیڈمی کراچی اور جھنگ بہت وقیع اور عمدہ کام کر رہی ہیں۔ [۳۴]

قرآن کالج کا قیام:

قرآن اکیڈمیوں کے علاوہ ۱۹۸۹ء میں قران کالج کا قیام بھی عمل میں آیا۔ اس کا مقصد بھی عصری علوم کے ساتھ دینی علوم خصوصاً قرآن حکیم کی تفہیم کا اہتمام کرنا ہے۔ اب قرآن کالج کو "کلیۃ القرآن" میں بدل کر ایک جدید اسلامی مدرسے کی شکل دی گئی ہے، جہاں درس نظامی کے ساتھ عصری علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ [۳۵] قرآن کالج، یعنی کلیۃ القرآن کے ساتھ ایک شاندار قرآن آڈیٹوریم بھی قائم ہے جہاں ڈاکٹر صاحبؒ ہفتہ وار درس قرآن دیا کرتے تھے۔ اب یہاں ان کے خلف الرشید ڈاکٹر عارف رشید صاحب ہفتہ وار درس کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔ نیز دیگر پروگرام، سیمینار وغیرہ کا انعقاد یہیں ہوتا ہے۔ اس سے ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہو گئی، ورنہ اس طرح کے پروگراموں کے لیے شہر کے وسط میں ہال کرائے پر لینا پڑتے تھے۔

قرآن یونیورسٹی کا خواب:

ڈاکٹر صاحبؒ نے ۱۹۶۸ء میں ایک قرآن یونیورسٹی کا خواب بھی دیکھا تھا، جس میں تمام علوم قرآن حکیم کے گرد گھومتے ہوں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحبؒ لکھتے ہیں:

> "یہ کام ظاہر ہے کہ اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک عالم اسلام میں جابجا ایسی یونیورسٹیاں قائم نہ ہوں جن میں ہر ایک کا اصل مرکزی شعبہ "تدبر قرآن" کا ہو اور اس کے گرد تمام علوم عقلی جیسے منطق، مابعد الطبعیات، اخلاقیات، نفسیات اور الٰہیات، علوم عمرانی جیسے معاشیات، سیاسیات اور قانون اور علوم طبعی جیسے ریاضی، کیمیا، طبعیات، ارضیات اور فلکیات وغیرہ کا ایک حصار قائم ہو، اور ہر ایک طالب علم "تدبر قرآن" کی لازماً اور ایک یا اس سے زائد دوسرے علوم کی اپنے ذوق

کے مطابق تحصیل کرے اور اس طرح ان شعبہ ہائے علوم میں قرآن کے علم وہدایت کو تحقیقی طور پر اخذ کرکے موثر انداز میں پیش کرسکے"۔[۳۶]

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کا یہ خواب تاحال پورا نہیں ہوا۔ ان کے تلامذہ اور فکری ورثاء پر بہت سے قرض باقی ہیں جو انہوں نے چکانے ہیں۔ان کی فکر کی بہت سی تہیں ابھی کھلنی ہیں، کئی فکری گوشوں کو اجاگر ہونا ہے۔ ان کا بہت سا فکری کام ماہنامہ "میثاق" اور "حکمت قرآن" کے صفحات میں بکھرا پڑا ہے جسے مرتب ومدون کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحبؒ کے قرآنی افکار ہزاروں کی تعداد میں کیسٹس میں محفوظ ہیں، جنہیں کتابی شکل میں لانا باقی ہے۔ کیسٹس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، یہ دعوت کا انتہائی موثر ذریعہ ہیں لیکن ان کی اہمیت وہ نہیں ہے جو کتاب کی ہوتی ہے۔ کسی بھی بڑے مفکر، دانشور، ادیب اور اسکالر کے افکار کا حوالہ کتب ہوتی ہیں لہٰذا ڈاکٹر صاحبؒ کے قرآنی افکار کا کتابی شکل میں مدون ہونا باقی ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحبؒ فرد واحد کی حیثیت سے کام کا آغاز کرکے "رجوع الی القرآن" کی اتنی عظیم تحریک برپا کرسکتے ہیں تو کیا اتنے سارے ادارے، افراد اور وافر وسائل اس کام میں کوئی اضافہ نہیں کرسکتے؟ یہ ایک سوال ہے جو مجھ سمیت ان تمام لوگوں کو دعوت فکر دیتا ہے جو ڈاکٹر صاحبؒ کی فکر کے امین اور خوشہ چین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحبؒ کی مساعی جمیلہ کو شرف قبول عطا فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین۔

وفات:

مورخہ ۱۳/اپریل کو رات ساڑھے گیارہ بجے ڈاکٹر صاحبؒ کے فرزند ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے محسوس کیا کہ ڈاکٹر صاحبؒ کی طبعیت مضمحل ہے اور کمر کی تکلیف شدت اختیار کر گئی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر صاحبؒ کے معالج ملک کے نامور سرجن ڈاکٹر عامر عزیز سے رابطہ کیا گیا، وہ تشریف لائے اور ضروری ادویات تجویز کیں۔ طبعیت مزید مضمحل ہوئی تو ہسپتال لے جانے کا سوچا گیا لیکن ڈاکٹر صاحبؒ نے منع کردیا۔ رات ڈھائی بجے ڈاکٹر صاحبؒ کے خادم نے محسوس کیا کہ آپ کی سانس کی آواز نہیں آرہی۔ قریب جاکر دیکھا تو آپ ساکت وساکن تھے۔ خادم نے ڈاکٹر عارف رشید صاحب کو فون کرکے بلایا۔ اُنہوں نے آکر ڈاکٹر صاحبؒ کا معائنہ کیا اور بتایا کہ اللہ کے دین کا خادم اللہ کے پاس پہنچ گیا ہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔ اللہ نے اپنے بندے پر کرم کیا اور اُس پر موت کی سختیوں کو آسان فرمادیا۔ اللہ ہم سب کو دین کی خدمت والی زندگی اور راحت والی موت عطا فرمائے۔آمین۔[۳۷]

عظیم شخصیت کے بارے میں عظیم شخصیات کے تاثرات :

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بارے میں ملکی اور غیر ملکی عظیم اور معروف شخصیات کے کیا تاثرات ہیں۔ آیئے جائزہ لیتے ہیں:

فرزند اقبالؒ جسٹس جاوید اقبال کہتے ہیں :

"میری ڈاکٹر اسرار احمد سے گہری وابستگی رہی ہے۔ ہم اکثر ٹی وی چینلز پر اظہار خیال کے لیے اکٹھے مدعو کئے جاتے تھے۔ وہ مجھ سے بہت ہی محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ میں نے ایک دو دفعہ قرآن اکیڈمی میں بھی ان سے ملاقات کی۔ وہ احیائے خلافت کے حوالے سے بہت ہی "کلیئر ہیڈڈ" تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ نظام خلافت لازمی رائج ہو کر رہے گا۔ جب ایک فریق اپنے مؤقف پر اتنا convinced ہو تو اس پر بات کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ وہ قرآن کی تفسیر کو عام فہم انداز میں بیان کرتے تھے۔ خلافت کا تصور ان کا پسندیدہ موضوع رہا ہے جبکہ میرا موضوع اسلام کا سیاسی فلسفہ رہا ہے۔ ان موضوعات پر اکثر ہمارے بحثیں ہوتی رہتی تھیں۔"[۳۸]

معروف اسلامی اسکالر جاوید احمد غامدی فرماتے ہیں :

"ڈاکٹر اسرار احمد اسلام اور مسلمانوں کی متاع عزیز تھے۔ وہ ایک وسیع المطالعہ شخصیت تھے۔ انہوں نے جس انداز میں اپنی زندگی کا ایک مقصد متعین کیا اور پھر پوری استقامت اور عزیمت کے ساتھ اس مقصد کے حصول کے لیے اپنی پوری زندگی بسر کی وہ ہمارے لیے بہترین مثال ہے۔ وہ جدید و قدیم علوم پر گہری نظر رکھتے اور اپنی بات بڑے سلیقے سے کہنے کا ہنر جانتے تھے۔ ہمارے ہاں بہت کم لوگ اتنے شائستہ اور اتنے اعلیٰ اسلوب میں اپنا مدعا بیان کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایسی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو دی تھی۔ انہوں نے پوری کوشش کی کہ جس دینی تصور کو وہ درست سمجھتے تھے اِسے لوگوں کے ذہن میں اتاریں، اس کے مطابق ان کی تربیت کریں۔ اس کے لیے انہوں نے ایک بڑی تنظیم بھی قائم کی۔ اس لحاظ سے وہ بڑی ہمہ جہت شخصیت تھے۔ انہوں نے اپنی زنگی کا ایک ایک لمحہ اسی عظیم مقصد کی نذر کردیا۔ ان کی ایک بہت بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ وہ جو کچھ صحیح سمجھتے تھے اسے برملا کہتے تھے۔ اس میں ادنی درجے کی بھی کوئی مداہنت نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں اور اہل خاندان کو بھی اسی مسلک کا پابند کیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے رجوع الی القرآن کی

ایک تحریک برپا کیے رکھی۔ بلکہ مجھے تو یاد پڑتا ہے کہ جس زمانے میں ہم لوگ طالب علم تھے، یہ معلوم ہوتا تھا کہ قرآن مجید کی منادی کرنے والا ایک شخص پیدا ہو گیا ہے جو صبح و شام اس کی جانب لوگوں کی توجہ دلاتا ہے کہ لوگو! اللہ کی کتاب کی طرف آؤ، اللہ کی کتاب کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو، اس کو سمجھو، اس میں تدبر کرو، اپنی زندگی اس کے مطابق تبدیل کرنے کی کوشش کرو۔ ان کا ایک بہت ہی اچھا کتابچہ ہے جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کیا ہیں۔ میرے نزدیک ان کی تحریروں میں وہ بہترین تحریر ہے۔ اور اس میں انہوں نے بڑی جامعیت کے ساتھ اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ مجھے ان کے نقطہ ہائے نظر سے شدید اختلاف رہا ہے، لیکن یہ بالکل الگ چیز ہے۔ اپنے نقطہ نظر پر استقامت میں وہ ایک بے نظیر شخصیت تھے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہم اسلام اور مسلمانوں کی ایک متاع عزیز سے محروم ہو چکے ہیں۔ ان کی محرومی ہم سب کی محرومی ہے اور ان کا غم ہم سب کا غم ہے۔ میں ملک سے باہر تھا۔ جس کی وجہ سے ان کے جنازے میں شریک نہ ہو سکا۔ اس کا مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا۔ میرے دل میں ان کی بے پناہ عزت ہے۔ وہ میرے محسن اور بزرگوں میں سے تھے۔ میں ان سے بڑی محبت رکھتا تھا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ ایک آدمی اپنے نقطہ نظر سے کتنی محبت رکھتا تھا۔ اس کی صحت پر اسے کیسا یقین و ایمان ہے۔ اور اس مقصد کے لیے وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ ان کا بغض اور ان کی محبت سب اسی نقطہ نظر کے تحت ہوتی تھی۔"[۳۹]

ڈاکٹر عبدالکریم ذاکر نائیک فرماتے ہیں کہ:

"میرے نزدیک ڈاکٹر اسرار احمد اردو زبان کے سب سے بہترین مفسر قرآن تھے۔ میں ان کی اردو تقریر کا بڑا فین ہوں۔ میرے نزدیک پیس ٹی وی پر جتنے اردو مقررین ہیں ان سب سے بہترین ڈاکٹر اسرار احمد تھے۔ میں الحمد للہ ۱۹۹۱ میں ان سے ملا تھا۔ اس وقت سے ہمارے ان کے ساتھ تعلقات ہیں اور میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں۔ میں شیخ احمد دیداتؒ اور ڈاکٹر اسرار احمد سے متأثر ہو کر دعوت کے میدان میں آیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے ہدایت کی تھی کہ آپ میڈیسن اور دعوت میں سے کسی ایک فیلڈ کو اپن لئے چن لیں۔ آپ بیک وقت دونوں میں اسپیشلائز نہیں کر سکتے۔ میں نے سوچا کہ دعوتی میدان میں اسپیشلائز کرنا بہتر ہے۔ ہم نے ۲۰۰۵ء میں محترم ڈاکٹر صاحب کو بمبئی بلایا تھا اور ہمارے پاس جو وسائل اور ٹیکنالوجی میسر تھی اس سے ڈاکٹر صاحب کے لیکچرز کی ریکارڈنگ کی تھی۔ ۲۰۰۸ء میں ہم پیس ٹی وی کے لیے پورے قرآن پاک کی ریکارڈنگ کرنا چاہتے تھے لیکن افسوس کہ ملکی حالات اچھے نہ ہونے کے سبب وہ پروگرام کینسل ہو گیا اور اب جولائی ۲۰۱۰ء میں پورا ایک مہینہ ڈاکٹر صاحب کے لیکچرز ریکارڈ کرنے کا پروگرام تھا لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ایسا منظور نہیں

تھا۔ ہم پوری کوشش کریں گے کہ ہمارے پاس جتنی بھی پرانی ریکارڈنگز موجود ہیں اس کو جدید ٹیکنالوجی سے improve کرکے Peace TV پر لائیں۔"[۴۰]

اخبارات اور تعزیتی بیانات:

مفسر قرآن، بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے انتقال پر صدر و وزیر اعظم کا اظہار تعزیت:

"لاہور (ثناء نیوز) ممتاز عالم دین، معروف اسکالر اور تنظیم اسلامی کے بانی ڈاکٹر اسرار احمد لاہور میں انتقال کرگئے۔ مرحوم طویل عرصے سے کمر کے درد اور دل کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے صاحبزادے ڈاکٹر عارف رشید نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب طویل عرصہ سے کمر کے درد اور دل کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ منگل اور بدھ کی درمیانی شب کو ان کی کمر میں شدید درد ہوا جس پر انہیں ہسپتال لے جانے کا کہا گیا لیکن ڈاکٹر اسرار احمد نے انہیں منع کردیا جس پر ڈاکٹر عامر عزیز نے گھر پر آکر ان کا چیک اپ کیا۔ صبح ساڑھے تین بجے کے قریب ڈاکٹر صاحب اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ ڈاکٹر صاحب کے درس اور فہم قرآن دنیا میں شہرت رکھتے ہیں۔ وہ زمانہ طالب علمی میں اسلامی جمعیت طلبہ سے وابستہ ہوئے اور اس کے ناظم اعلیٰ بھی رہے۔ بعدازاں وہ جماعت اسلامی سے وابستہ ہوئے، تاہم بعض اختلافات کے بعد وہ جماعت سے علیحدہ ہوگئے اور تنظیم اسلامی کے نام سے اسلامی انقلابی جماعت کی بنیاد ڈالی۔ ان کی نماز جنازہ بعداز نماز عصر سنٹرل پارک ماڈل ٹاؤن میں ادا کی گئی، جس میں اہم سیاسی و مذہبی شخصیات، تنظیم اسلامی کے کارکنوں اور ان کے ہزاروں عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ صدر آصف علی زرداری، وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی، وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف، مسلم لیگ ن کے قائد میاں نواز شریف، چیئرمین سینیٹ فاروق ایچ نائیک، ڈپٹی چیئرمین جان محمد جمالی، اسپیکر قومی اسمبلی فہمیدہ مرزا، ڈپٹی اسپیکر فیصل کریم کنڈی سمیت تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کے قائدین نے ڈاکٹر اسرار احمد کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے"[۴۱]

وزیر اعلیٰ پنجاب سمیت نامور شخصیات کا ڈاکٹر اسرار احمد کی وفات پر اظہار تعزیت:

"لاہور (پ ر) بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے انتقال پر ان کے بیٹوں کے ساتھ اظہار تعزیت کے لیے قرآن اکیڈمی میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے نمایاں افراد کا تانتا بندھا رہا۔ وفات کے دوسرے روز تعزیت کے لیے آنے والے نمایاں لوگوں میں میاں محمد شہباز شریف، مولانا امیر حمزہ، کے ایم اعظم، قاضی یونس انور، حافظ عبدالرحمٰن مدنی، ارشاد احمد عارف، عطاء الحق قاسمی، مصطفیٰ صادق، جمیل اختر اور مولانا عبداللطیف شامل ہیں۔"[۴۲]

سینیٹ میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دعائے مغفرت:

"اسلام آباد (ثناء نیوز) سینیٹ میں معروف اسلامی اسکالر ڈاکٹر اسرار احمد کے لیے دعائے مغفرت کروائی گئی۔ جماعت اسلامی کے پروفیسر خورشید احمد نے نکتہ اعتراض پر کہا کہ عالم اسلام کے معروف اسکالر اور مبلغ ڈاکٹر اسرار احمد کا نتقال ہوا ہے۔ سینیٹ میں ان کے لیے دعائے مغفرت کرائی گئی۔ اس پر سینیٹر عبدالغفور حیدری نے ان کے لیے دعا کرائی۔"[۴۳]

Experts from some selected letters/emails

Dr. Zakir abdul kareem naik

IRF, Mumbai (India)

"One of the greatest scholars of Islam is physically no more with us in this world, but his eloquent and deeply impacted ideas, talks, writings and unmitigated work for Islam will always live on, forever with us, guiding, motivating and inspiring us to carry on his great work. His straight forward and yet articulate public talks and writings for a proper Islamic Renaissance have been a class apart, full of introspection and wisdom with deep insight. He was a rare scholar indeed! [٤٤]

Waseem Sajjad

Leader of the opposition, Senate of Pakistan

"I was deeply grieved to learn of the sad demise….. It is a very painful and sad moment…..[٤٥]

خلاصۂ بحث (Summary):

ہم نے اس مطالعہ میں ملک کے معروف اسلامی اسکالر کی زندگی کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس *study* کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ جیسی شخصیت صدیوں میں پیدا ہوتی ہے۔

ڈاکٹر صاحبؒ تو اس وقت ہم میں موجود نہیں ہیں مگر ڈاکٹر صاحبؒ کی تحریر و تقریر کا سرمایہ کثیر تعداد میں ہمارے پاس موجود ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ڈاکٹر صاحبؒ ایک عبقری شخصیت اور اپنی ذات میں انجمن تھے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کی ایک صد سے زیادہ تصانیف ہیں۔ علاوہ ازیں لاتعداد آڈیو/ویڈیو کی شکل میں قیمتی اثاثہ ڈاکٹر صاحب کی اصل میراث ہے۔

۱۹۹۴ء میں ڈاکٹر صاحبؒ کے قلم سے نکلنے والی کتاب "حسابِ کم و بیش" کی روشنی میں ڈاکٹر صاحب نے دنیوی اعتبار سے کوئی میراث نہیں چھوڑی۔ اور جو تھوڑی بہت جمع پونجی تھی وہ سب بھی انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے قیام سے قبل یا متصل بعد دین کے لیے وقف کر دی۔ ایسے مذہبی اسکالر، عالم، مہتمم، لیڈر خال خال ہی ملیں گے کہ جو پورے اعتماد کے ساتھ اس بات کا اظہار کریں کہ انہوں نے دنیا میں کیا کمایا اور کیا خرچ کیا۔ یہ ڈاکٹر صاحب کا خاصا تھا کہ جب بھی بات کی پورے اعتماد اور دلائل کے ساتھ کی اور کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے۔ وقت کے حکمرانوں نے ہر دور میں ڈاکٹر صاحب کو خریدنے کی بھرپور کوشش کی مگر ہمیشہ ناکام رہے۔

ڈاکٹر صاحبؒ کا شمار کلمۂ حق ببانگ دہل کہنے والوں میں سرفہرست رہے گا۔ ڈاکٹر صاحبؒ قدامت پسندی اور جدیدیت کی اعلیٰ مثال تھے۔ تاریخ ہمیشہ ڈاکٹر صاحبؒ کو ایک متوازن شخصیت کے طور پر یاد رکھے گی۔ شاعر نے درست کہا کہ:

؎ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

اختتام *(Conclusion):*

زیر نظر مطالعہ سے درج ذیل بنیادی مفروضات میں حقیقت کا رنگ بھر جاتا ہے:

الف: ڈاکٹر اسرار احمدؒ پاکستان و ہندوستان کے روایتی معاشرے اور اسلامی علوم کے ساتھ مغربی فکر و فلاسفہ کی آدرشوں کی تفہیم بھی رکھتے تھے۔

ب: ڈاکٹر اسرار احمدؒ اسلامی نشأۃ ثانیہ کو جدید دور میں ممکن سمجھتے تھے۔

ج: ڈاکٹر اسرار احمدؒ اسلامی اخلاق اور روحانیت کو برقرار رکھتے ہوئے سائنس و ٹیکنالوجی اور جدید سماجی علوم کی تحصیل کے ذریعہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے حصول کے خواہش مند تھے۔

د: ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا خیال تھا کہ مغرب نے جو مادی ترقی کی ہے اس کا سبب قرآن کی کتابِ فطرت اور اسلام ہے جس نے اندلس میں علمی و سائنسی علوم کے فروغ کے ذریعے مغرب کو ترقی کی راہ دکھائی۔ مگر بعد کے ادوار میں مسلم اُمہ اپنے اس ورثے کی حفاظت نہ کرسکی، لہٰذا ترقی، آزادی اور مساوات دراصل اسلامی معاشرت و سیاست کی وہ صفات ہیں جنہیں مغرب نے اپنا کر عروج حاصل کرلیا۔

ہ: ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا خیال تھا کہ ترقی کے مغربی راستے کو اختیار کرنا، مغرب کی تقلید نہیں بلکہ مسلم امہ کی اپنی ہی متاعِ گم شدہ میراث کے حصول کی جستجو ہے۔اور یہ اقتدار و اختیار حاصل کیے بغیر ممکن نہیں۔

سفارشات (Recommendations):

ہم سمجھتے ہیں کہ:

الف: ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے پیش کردہ مختلف نظریات میں اتنی جان ہے کہ ایک ایک نظریہ کو لے کر اُس پر تحقیق کی جائے۔

ب: ڈاکٹر اسرار احمدؒ واقعتاً اپنی ذات میں انجمن تھے۔ للٰذا ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کو زیر تحقیق لایا جائے۔

ج: ڈاکٹر صاحب سے متعلق معاشرے میں جو غلط فہمیاں موجود ہیں انہیں اس مقالے کے ذریعہ دور کیا جاسکتا ہے۔

د: جو قومیں اپنے لیڈرز کی قدر نہیں کرتیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوا کرتیں۔ جیسے مولانا ابوالکلام آزادؒ نے فرمایا تھا کہ "اے ہندوالو! تم نے میری قدر نہیں کی"[۴۶] للٰذا ایسے عظیم لیڈر کی قدر کرنے کی طرف بھی پیش نظر مطالعہ میں اشارہ موجود ہے۔

حرفِ آخر:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحبؒ پر بے مثال عنایات کی بارش کردی تھی۔ ڈاکٹر صاحبؒ کی شخصیت قول و فعل میں مطابقت، اصولوں پر سختی سے عمل، کلمۂ حق کہنے کی زبردست جرات، خودداری، قناعت، سادگی، استقامت، بے پناہ قوت عمل اور نیک مقاصد کے ساتھ سچی لگن سے آراستہ تھی۔ اُن کی

زندگی پاکیزگی کا ایک انمول نمونہ دکھائی دیتی ہے۔ وہ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک قرآن و دین کی خدمت کی لائق تحسین داستان بنے رہے۔ زندگی کے آخری ساعتوں تک اللہ کی کتاب کی تبلیغ اور اللہ کے دین کے غلبہ کی جدوجہد ایک بہت بڑی سعادت ہے جو ڈاکٹر صاحبؒ کے حصہ میں آئی۔ ایسی زندگی بلاشبہ شیرازی کے اس شعر کا مصداق نظر آتی ہے کہ:

حاصل عمر نثار رہِ یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

"میں نے اپنی زندگی کا کل سرمایہ محبوب کی راہ میں نچھاور کر دیا۔
میں خوش ہوں اپنی بیتی ہوئی زندگی سے کہ میں نے وہی کیا جو
مجھے کرنا چاہیے تھا"

حوالہ جات:

۱ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۶۷، تحریک جماعت اسلامی -- ایک تحقیقی مطالعہ، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۱۲۰

۲ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۸۷، جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۲۴

۳ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۲۰۱۳، فہرست مطبوعات، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحات ۲تا۲۲

۴ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۱، عزم تنظیم، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۱۱

۵ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۶

۶ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۱۳۶

۷ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۱۸۶تا۱۸۸

۸ شفیع، مولانا مفتی محمد، ۲۰۰۸ء، وحدت امت، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۳۸

۹ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۱۱۸

۱۰ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۸، بیان القرآن، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۱۲۶تا۱۲۷

۱۱ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۸

۱۲ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۲۴۳

۱۳ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۲۰۸

۱٤ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۲۲۴تا۲۲۵

۱۵ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، تعارف تنظیم اسلامی، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۱۸

۱٦ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، تعارف تنظیم اسلامی، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۱۸

۱۷ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، تعارف تنظیم اسلامی، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۱۹

۱۸ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۲۴۴تا۲۴۵

۱۹ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۲۴۱ تا ۲۴۲

۲۰ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۲۳۹

۲۱ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۷۸، منتخب نصاب، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۵

۲۲ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۲۰۰٦، حزب اللہ کے اوصاف، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۳

۲۳ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۲۱۵

۲٤ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۲۰۰۲، جہاد بالقرآن، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۳تا۴

۲۵ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۲۱۵

۲٦ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۲۰۰۱، پاکستان میں نظام خلافت کیا کیوں کیسے؟، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۷تا۱۴

۲۷ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۵۱تا۵٦

۲۸ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۱، عزم تنظیم، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۲۹

۲۹ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۱، عزم تنظیم، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۳٦

۳۰ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۱، عزم تنظیم، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۳٦

۳۱ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۱۹۵

٣٢ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۶۷، اسلام کی نشأۃ ثانیہ --- کرنے کا اصل کام، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۲۶

٣٣ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۰، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۱۱۷

٣٤ سالانہ رپورٹ انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، ۲۰۱۱/۲۰۱۰

٣٥ تعارف (Prospectus) قرآن کالج (كلية القرآن)، ۲۰۱۱

٣٦ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۷۰، مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۳۷ تا ۳۸

٣٧ ہفت روزہ ندائے خلافت، ۲۷/اپریل تا ۳ مئی ۲۰۱۰ء، شمارہ نمبر ۱۷، صفحہ ۱۱

٣٨ ہفت روزہ ندائے خلافت، ۲۷/اپریل تا ۳ مئی ۲۰۱۰ء، شمارہ نمبر ۱۷، صفحہ ۱۲

٣٩ ہفت روزہ ندائے خلافت، ۲۷/اپریل تا ۳ مئی ۲۰۱۰ء، شمارہ نمبر ۱۷، صفحہ ۱۲

٤٠ ہفت روزہ ندائے خلافت، ۲۷/اپریل تا ۳ مئی ۲۰۱۰ء، شمارہ نمبر ۱۷، صفحہ ۱۳

٤١ ہفت روزہ ندائے خلافت، ۲۷/اپریل تا ۳ مئی ۲۰۱۰ء، شمارہ نمبر ۱۷، صفحہ ۴۰

٤٢ ہفت روزہ ندائے خلافت، ۲۷/اپریل تا ۳ مئی ۲۰۱۰ء، شمارہ نمبر ۱۷، صفحہ ۴۰

٤٣ ہفت روزہ ندائے خلافت، ۲۷/اپریل تا ۳ مئی ۲۰۱۰ء، شمارہ نمبر ۱۷، صفحہ ۴۲

٤٤ ہفت روزہ ندائے خلافت، ۲۷/اپریل تا ۳ مئی ۲۰۱۰ء، شمارہ نمبر ۱۷، صفحہ ۴۳

٤٥ ہفت روزہ ندائے خلافت، ۲۷/اپریل تا ۳ مئی ۲۰۱۰ء، شمارہ نمبر ۱۷، صفحہ ۴۳

٤٦ احمد، ڈاکٹر اسرار، ۱۹۹۱، تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر، لاہور، انجمن خدام القرآن، صفحہ ۳۵